⊙ محمد عامر اقبال
لیکچرر، شعبہ اردو، چناب کالج، جھنگ
⊙⊙ ڈاکٹر شاہد اقبال کامران
پروفیسر و صدر شعبہ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

اقبال اور فیض کی فکری ہم آہنگی: توضیحی مطالعہ

(ہندستان کے سرمایہ افتخار ماہرِ اقبالیات پروفیسر عبدالحق کے حوالہ سے خصوصی تحریر)

Abstract:

The thought of Iqbal is rampant with enormous treasure of classical literature, deep rooted and conclusive. In the tutelage of individual and sparkling harmony of Iqbal, there lies the apparent manifestation of religion. Melody and tone also occupy a prominent place in Iqbal's artifice. The fame of Iqbal's thought is dependent upon his unique style which is embellished with many wellsprings of modern and ancient and the east and the west. Prof Abdul Haq deeply studied the thought of Iqbal and performed the obligation of exegesis and propagation of ideologies of Iqbal in His articles. Whatever he wrote, may be considered as the yearn of Iqbal with utmost integrity. He established a system of multitude of personalities. In the galaxy of this system many acquaintances of Iqbal seem to be propagating the intellection of Iqbal. In this article, one star of this galaxy, the thoughts of Faiz Ahmed Faiz have been nurtured and a close proximity with Iqbal's thoughts has been presented.

Keywords:

Iqbal Faiz harmony Abdul Haq Philosophy Iqbaliat

اقبال نے اپنے پیغام میں اسلام کی جدید تشکیل کا فریضہ انجام دیا، سیاست میں اہم ترین کردار ادا کیا، مسلمانوں

کی قیادت وراہنمائی فرمائی، علیحدہ ریاست کا تصور پیش کیا، اجتہاد کا شعور بیدار کیا، یقینِ محکم اور عمل پیہم کی راہوں پر گامزن کیا۔ اقبال نے یہ سب کچھ کیا اور ایک عظیم سرمایہ ہمارے حوالے کیا۔ آج ان افکار کی ترویج، تبلیغ اور فروغ ہماری اخلاقی ذمہ داری ہے۔ اس کے لیے فکرِ اقبال کی تصدیق و تحقیق کے پوشیدہ پہلوؤں کو اجاگر کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اقبال کو اقوامِ مشرق سے بہت زیادہ نسبت اور دلچسپی تھی۔ ہندوستانی ماہرین کا دعویٰ ہے کہ اس گرویدگی کا نقطۂ ارتکاز ہندوستان ہی تھا۔ ہندوستانی ماہرین اس بات کی تصدیق کے لیے اقبال کی شاعری اور نثر دونوں کو بروئے کار لاتے ہیں۔ اقبال کی حب الوطنی کے چرچے ہندستان میں ہر زبان پر ہیں۔ ہندوستانی فکر ونظر اور ہندستانی تمدن کو پروان چڑھانے کے لیے وہاں اقبال کے فکر وفلسفہ کی ترویج کی جاتی ہے۔ اقبال کے استعاروں اور علامتوں کو ہندی اساطیر کی شبیہ کہہ کر پیش کیا جاتا ہے۔ اس حوالہ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اقبال ایک رجحان ساز شخصیت کا نام ہے۔ آج بھی فکرِ اقبال کے مختلف پہلوؤں اور زاویوں کا کھوج لگا کر بھارت میں اقبال شناسی کی روایت کو پروان چڑھایا جارہا ہے۔

ہندوستان میں حیاتِ اقبال کی فہم وفراست کا رویہ پروان چڑھا، اقبال کے سوانحی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی اقبال کی وطن دوستی کو موضوع بنایا گیا۔ اقبال بہ طور شاعر کے حوالہ سے اختلافی اور مخالفانہ تنقید کی گئی۔ اقبال اور اشتراکیت پسندی کا پہلو اجاگر کیا گیا۔ اقبال کے اسلامی مفکر ہونے کی دلیلیں بھی پیش کی گئیں۔ کسی نے اقبال کے فکر وفلسفہ کو اہم قرار دیا تو کسی نے اقبال کے خطبات میں معنی کا جہان ڈھونڈا۔ کسی نے اقبال کے مکتوبات میں فکرِ اقبال کو تلاش کیا اور کوئی حیاتِ اقبال کے عمیق سمندر میں غوطہ زن ہو کر اقبال کو کھوجنے نکل کھڑا ہوا۔ اقبال کی بیاض کے ترجموں نے موضوعات کے نئے ابواب قلمبند کرنے کے لیے راہیں ہموار کر دیں۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ فکرِ اقبال کو ہندوستانی ماہرین نے جامِ جہاں نما بنا کر پیش کیا ہے۔ تنقید اور تبصرے کی سخت گیری بھی اقبال کی عظمت کے جادو کا اثر زائل نہ کر سکی۔ آج بھی تحقیق کے در وا ہیں۔ ہماری تحقیق کا مرکزی پہلو یہ ہونا چاہیے کہ عصرِ رواں میں فکرِ اقبال سے کس طرح اور کیا استفادہ کیا جا سکتا ہے؟ اب تحقیق وتنقید پر کوئی قدغن نہیں، بہت سے مفکرین اور نقاد اپنے اپنے نقطۂ نگاہ سے فکرِ اقبال کو فروغ دینے میں اپنا اپنا کردار ادا کر چکے ہیں۔ ہندوستانی ماہرینِ اقبالیات کی اقبال شناسی کو منظرِ عام پر لانا بہت ضروری ہے۔ ان ماہرین میں ایک ہندوستانی شخصیت پروفیسر ڈاکٹر عبدالحق کی بھی ہے۔

پروفیسر عبدالحق ۱۹۳۹ء میں پیدا ہوئے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے اقبالیات کا تنقیدی جائزہ کے عنوان پر دسمبر ۱۹۶۵ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ جامع دہلی میں شعبہ اردو کی صدارت پر متمکن رہے۔ اقبالیات آپ کا خاص میدان ہے۔ کئی بیرونی سفر کر چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ فکرِ اقبال کو اپنے مقالات کے ذریعے بہت دور تک پروان چڑھایا۔ آپ نے بہت سے علمی منصوبوں کی تکمیل میں اردو اور اقبالیات کے طلبا کی معاونت فرمائی ہے۔ ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر مکمل ہونے والے کئی مقالہ جات میں محققین کے مقالوں کی نگرانی کر چکے ہیں۔ آپ کی بہت سی تصانیف منظرِ عام پر آ چکی ہیں ان میں اقبالیات کا بہت بڑا خزانہ پایا جاتا ہے۔ آپ کے کچھ تراجم اور کچھ مرتبہ کتب بھی کتابی فہرست کی زینت ہیں۔ کچھ انتخاب ہیں جو مونوگراف کی شکل میں ہیں وہ بھی تحقیق کا انداز رکھتے ہیں۔ پروفیسر

عبدالحق کے کچھ شائع شدہ مضامین ہیں کچھ ریڈیائی ہیں کچھ کانفرنسوں میں پڑھے گئے۔آپ نے ان تمام کو اکٹھا کرنے کے بعد مختلف اوقات میں کتابی شکل دے کر شائع کروایا۔اقبال اور اقبالیات ،تنقیدِاقبال اور دوسرے مضامین،اقبال کے ابتدائی افکار ،اقبال کا حرفِ شیریں ،فکرِ اقبال کی سرگزشت ،اقبال۔شاعرِرنگیں نوا ،شبلی اور معاصرین ،رشید احمد صدیقی کا ثقافتی منظر نامه ،تبریك و تبصرے اور سارے جهاں سے اچھا۔۔۔(مونوگراف)،اس سے ملتے جلتے دو مونوگراف مزید بھی موجود ہیں جن میں سے ایک مغربی بنگال سے محمد اقبال کے عنوان سے شائع ہوا جبکہ دوسرا دہلی سے علا مه اقبال کے عنوان سے منظرِ عام پر آیا۔

پروفیسر عبدالحق نے دو کتب اقبال کے شعری اسالیب اور اقبال کی شعری وفکری جہات بھی ترتیب دی ہیں۔ان کتب میں بہت سے اقبال شناس ماہرین کے مضامین شامل ہیں۔تراجم میں پروفیسر عبدالحق نے اقبال کی بیاض کا اردو ترجمہ بکھرے خیالات کے نام سے کیا۔آپ نے اسے نیا رنگ دیا۔ترجمے کے ساتھ انگریزی متن بھی شامل کیا اور پھر اضافہ شدہ نئے اعداد بھی شامل کیے۔اس طرح پروفیسر عبدالحق کی اقبال شناسی کے توضیحی مطالعہ میں دیگر اقبال شناس محققین کی کاوشوں پر نگاہ ڈالی جاسکتی ہے۔یوں تحقیق کا دامن وسیع ہوگا، ہندوستان اور پاکستان میں موجود اقبال شناسوں کو اقبال کے بارے میں نظریات جانچنے کا موقع میسر آئے گا اور وہ ایک دوسرے کے قریب بھی آئیں گے اور تحقیق کے دوران میں ہندستان میں اقبالیات سے متعلقہ کتب کا مطالعہ کرنے کا شوق بھی پروان چڑھے گا۔پروفیسر عبدالحق نے کئی شخصیات کو بھی خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ان پر تفصیلی مقالے لکھے ہیں۔ان مقالات میں انھوں نے مختلف شخصیات اور ان کے کام کے حوالے سے آراء کا اظہار کرتے ہوئے انھیں اقبال سے جوڑ کر دیکھنے کی کوشش کی ہے، مثلاً برصغیر میں رومی شناسی کی بات ہو تو اقبالؔ کو اس روایت کا مجدد قرار دیتے ہیں، اقبال کو مغرب سے مغلوب قوم کی نفسیات سمجھنے میں غالبؔ کے ساتھ رکھتے ہیں، سرسید کی فکر کو آگے بڑھانے میں اقبالؔ کے بنیادی کردار پر یقین رکھتے ہیں، حالیؔ اور اقبال کو یکساں نظریات کا حامل قرار دیتے ہیں، بیدل سے اقبالؔ کی والہانہ وابستگی ظاہر کرتے ہیں اور مغرب میں شبلی شناسیؔ کی ابتدا کا سہرا اقبال کے سر باندھتے ہیں۔ان تمام بیانات پر مشتمل پروفیسر عبدالحق کی تحریروں سے مختلف اقتباسات ملاحظہ کریں:

''برصغیر میں رومی شناسی کی تجدید بہت حد تک اقبال سے منسوب کی جاسکتی ہے۔''(۱)

''محکومی کی پراگندہ فضا اور مغلوب قوم کی نفسیات میں اس بے کراں وسعت کی ترغیب ایک مستحسن فکری اقدام تھا۔جس کے نقیب غالب بھی تھے اور اقبال بھی۔''(۲)

''سرسید نے تعلیم پر توجہ دی وہ اک بدیہی حقیقت ہے، اقبال فکری تشکیل کے ابتدائی دور سے ہی اس کے نقیب نظر آتے ہیں۔''(۳)

''دونوں کی ذہنی ہم آہنگی کی ایک اور جہت قابلِ ذکر ہے جو اس حسنِ امتزاج سے کہیں زیادہ معنی

خیز اور فکر انگیز ہے قومی ہمدردی کا جذبہ ایک تلاطم کی طرح دونوں کے دلوں میں بے اماں وسعتوں کا حامل ہے۔'' (۴)

''بیدل کے بعض تصورات سے اقبال کو سروکار نہ ہونے کے باوجود کچھ پہلوؤں سے ان کی والہانہ وابستگی ہے۔'' (۵)

''اقبال کے توسط سے علامہ شبلی کی تحریریں بلادِ یورپ میں متعارف ہوئیں۔گویا اقبال نے مغرب میں شبلی شناسی کی بنیاد رکھی۔'' (۶)

اقبال پروفیسر عبدالحق کا خصوصی میدان ہے لیکن اقبال کی شخصیت اور شاعری کا انھوں نے اُن کے معاصر اور کچھ بعد کے ادیبوں سے تقابل بھی بہت عمدہ کیا ہے۔اس کی ایک مثال فیض اور اقبال میں مماثلتوں کی تلاش کے عمل میں نظر آتی ہے۔فیضؔ کی شاعری رومان اور حقیقت کا حسین امتزاج ہے۔فیضؔ نے اقبال سے بہت کچھ اکتساب کیا یہاں تک کہ دونوں کے فکری زاویے بھی یکجا نظر آتے ہیں۔ پروفیسر عبدالحق نے رومان اور حقیقت سے علیحدہ ہو کر فیضؔ اور اقبال کے موضوعات میں شامل ان اقدار کو موضوع بنایا ہے جو کسی کی نظر میں نہیں ہے۔ یہ وہ ادبی اقدار ہیں جس میں قدیم سے جدید تک شعری اسالیب سے مکمل ذہنی ہم آہنگی ہو۔صرف تقلید ہی سب کچھ نہیں بلکہ قدیم اقدار بھی لازم ہیں اور جدید اقدار پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ جدید اقدار پر نگاہ رکھنا اور اس پر عمل کرنا اجتہاد ہے۔شاعرانہ اجتہاد۔جدید و قدیم کا یہ امتزاج اقبال کی عظمت ہے۔اس میں اقبال کی فکر کے تمام پہلو آتے ہیں۔ مذہب، سائنس، فلسفہ، مشرق و مغرب کے مختلف پہلو وغیرہ۔ پروفیسر عبدالحق نے خاص طور پر ادبی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔فیضؔ کی شاعری پر اقبال کے اسالیب و آہنگ کا نمایاں اثر دکھائی دیتا ہے۔ڈاکٹر محمد علی صدیقی کے مطابق:

''فیض اور اقبال کے مابین ذہنی مطابقت دراصل ایک بڑے فکری دائرے کے ساتھ وابستگی سے پیدا ہوتی ہے'' (۷)

اقبال نے اپنے فکر و فلسفہ کی تفصیل کے لیے اپنی شاعری میں دیگر معروف قدیم شعرا کے مصرعے، اشعار، تضمین اور ترکیبیں استعمال کی ہیں۔ پروفیسر عبدالحق نے اس انداز کو نسخہء کیمیا قرار دیا ہے۔فیضؔ نے بھی اپنے کلام میں حافظ، سعدی، سودا، غالب اور اقبال کے اشعار و اسالیب کو کمال فن کاری سے استعمال کیا ہے۔فیضؔ ذہن و فکر میں اقبال سے بہت قریب ہیں۔فیضؔ نے اقبال پر دو نظمیں لکھی ہیں جن میں اقبال کی شخصیت، فکر اور پیغام کا اعتراف کیا ہے۔

پروفیسر عبدالحق کے بقول 'تضمین' کا استعمال نسخہ کیمیا کا کام کرتا ہے۔مثال دیتے ہوئے پروفیسر عبدالحق نے فیضؔ کی نظم 'نثار میں تری گلیوں کے' کے ایک مصرعے کا حوالہ دیا ہے جو شیخ سعدی کا ہے اور فیضؔ نے حاشیے میں اس کا باقاعدہ حوالہ بھی دیا ہے:

ہے اہل دل کے لیے اب یہ نظم بست و کشاد کہ سنگ وخشت مقید ہیں اور سگ آزاد (۸)

حاشیے میں فیضؔ نے لکھا ہے ''سنگ ہا را بستند وسگاں را کشادند (شیخ سعدی)

اقبال کی شخصیت پر مولوی میر حسن کا بھی اثر تھا۔ فیضؔ نے بھی مولوی میر حسن سے تعلیم حاصل کی تھی۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کو ایک انٹرویو میں فیضؔ نے کہا تھا:

''میرے استاد شمس العلماء مولوی میر حسن'' جن سے میں نے چھٹی یا ساتویں میں عربی صرف ونحو پڑھی۔''(۹)

اقبال اور فیضؔ کی فکر پر مولوی میر حسن کی شخصیت کا اثر بھی تھا۔ دونوں میں ذہنی اشتراک اور خوش گوار اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ پروفیسر عبدالحق نے اقبال سے فیضؔ کی عقیدت مندی اور اکتساب کا ایک موثر اظہار اقبال کی تصنیف پیام مشرق کے ترجمے کو قرار دیا ہے۔ فیضؔ نے پیام مشرق کے منتخب کلام کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ بھی منظوم ہے۔

فیضؔ نے اپنے کلام میں اقبال کے کلام کو توسیع دی ہے۔ شفیق اشرفی کے مضمون 'اقبال اور فیض: (چند مطابقتیں)' پر نظر ڈالیں تو اس توسیع کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ اقبال کی نظم 'تنہائی' کی مثال پیش کرتے ہوئے پروفیسر عبدالحق نے فیضؔ کی نظم 'تنہائی' کو اس کی توسیع قرار دیا ہے۔ اقبالؔ کی نظم 'تنہائی' دیکھیے:

تنہائیِ شب میں ہے حزیں کیا ۔۔۔ انجم نہیں تیرے ہم نشیں کیا؟
یہ رفعتِ آسمانِ خاموش ۔۔۔ خابیدہ زمیں ' جہانِ خاموش
یہ چاند' یہ دشت و در' یہ کہسار ۔۔۔ فطرت ہے تمام نسترن زار
موتی خوش رنگ' پیارے پیارے ۔۔۔ یعنی ترے آنسوؤں کے تارے
کس شے کی تجھے ہوس ہے اے دل!
قدرت تری ہم نفس ہے اے دل! (۱۰)

اب فیضؔ کی نظم 'تنہائی' ملاحظہ کیجیے:

پھر کوئی آیا دلِ زار! نہیں کوئی نہیں ۔۔۔ راہرو ہوگا، کہیں اور چلا جائے گا
ڈھل چکی رات، بکھرنے لگا تاروں کا غبار ۔۔۔ لڑکھڑانے لگے ایوانوں میں خوابیدہ چراغ
سو گئی راستہ تک تک کے ہر اک راہگزار ۔۔۔ اجنبی خاک نے دھندلا دیے قدموں کے سراغ
گل کرو شمعیں، بڑھا دو مئے و میناو ایاغ ۔۔۔ اپنے بے خواب کواڑوں کو مقفل کر لو
اب یہاں کوئی نہیں، کوئی نہیں آئے گا (۱۱)

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جہاں سے اقبال نے بات ختم کی ہے وہاں سے فیضؔ نے بات شروع کی ہے۔ دونوں باتوں کی ابتدا رات کی تنہائی سے ہو رہی ہے۔ شفیق اشرفی لکھتے ہیں:

''اقبال کے یہاں آخیر تک آتے آتے شاعر اپنے دل سے مخاطب ہو کر اس کی توجہ امید کے سب سے بڑے مرکز کی جانب مبذول کر دیتا ہے جبکہ فیض یاس و نا امیدی کی عجیب وغریب

منزل پر کھڑے ہو کر دل سے گفتگو کرتے ہیں۔ اقبال کی اس رجائیت کے پسِ پشت ان کے زمانے کے حالات ہیں۔ جبکہ فیض کی نظم کی کیفیت ان کے عہد کے سوز و ساز اور درد و داغ سے عبارت ہے۔'' **(۱۲)**

اقبال اور فیض میں مطابقتوں کے اور بھی کئی پہلو تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ اس طرح اقبال اور فیض ذہنی اور فکری قربت کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ایسی ذہنی اور فکری قربت شاید ہی کسی فنکار میں دیکھنے کو ملتی ہو۔ اقبال نے جن مذہبی اقدار کو اپنی شاعری کا عنوان بنایا، فیض نے انہیں اپنا عقیدہ اور ترجمان بنایا۔ فیض وہ شاعر ہیں جو تمام عمر پرورش لوح و قلم کرتے رہے۔ آپ کو زندگی میں ہی شہرت نصیب ہوئی۔ داغ کے علاوہ یہ شہرت کسی کو نہ مل سکی وہ ابھی اس لیے کہ وہ بہادر شاہ ظفر کے خاندان میں شامل ہو چکے تھے۔ اقبال کا معاملہ دوسرا ہے۔ وہ صرف شاعر نہ تھے۔ اقبال پر ترقی پسندوں نے طرح طرح کے الزامات لگائے ڈاکٹر محمد علی صدیقی لکھتے ہیں:

''سیاسی اختلاف کے باوجود'اکتشاف ہند'(Discovery of India) میں جواہر لعل نہرو نے اقبال کو آخری زمانے میں اشتراکیت کی طرف مائل دکھایا ہے اور علی سردار جعفری نے 'ترقی پسند ادب' میں تسلیم کیا ہے۔'' **(۱۳)**

اقبال کے فلسفہ میں، اقبال کی فکر میں اور اقبال کی ترقی میں کہیں ایسی بات نہیں جہاں اقبال نے ترقی پسند تحریک کے حوالہ سے کوئی بات کی ہو۔ کچھ ترقی پسند نقادوں نے ازخود یہ اخذ کر لیا کہ اقبال کے خیالات ترقی پسندوں سے ملتے جلتے ہیں۔ میری رائے اس سے مختلف ہے۔ کچھ ترقی پسندوں نے اقبال اور فیض کو بھی دو مختلف فکری آہنگ سمجھا ہے بلکہ فیض کی اقبال پسندی پر تنقید بھی کی ہے جو کہ درست نہیں۔ پروفیسر عبدالحق کہتے ہیں:

''فیض کے پندار میں پرورش لوح و قلم کی تقدیس جاں بخش ہے، جو سردار جعفری کو راس نہ آسکی۔ وہ فیض کی عظمت سے خوف زدہ اور حسد کے شعلوں سے شرربار نظر آتے ہیں۔ اقبال و فیض کے فکری و فنی روابط ان کے لیے آتش سوزاں بنے ہوئے تھے۔۔۔ مولانا محمد حسین آزاد کی طرح جو بھی ان کا ہم مسلک و ہم مشرب نہیں وہ ستائش کا سزاوار نہیں قرار دیا گیا۔'' **(۱۴)**

شعر و فلسفہ میں ہر آتشیں آواز اقبال سے ہی منسوب کی جائے گی۔ اقبال کو آفریں ہو کہ وہ آتش سوزاں میں جلتے رہے مگر ہماری گزرگاہوں کو روشن کر گئے۔ فیض نے اقبال کی مدح سرائی کرتے ہوئے دو نظمیں لکھی ہیں۔ درج ذیل نظم فیض کے کسی مجموعہ میں شامل نہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

زمانہ تھا کہ ہر فرد انتظارِ موت کرتا تھا
عمل کی آرزو باقی نہ تھی بازوئے انساں میں
بساطِ دہر پر گویا سکوتِ مرگ طاری تھا

صدائے نوحہ خواں تک بھی نہ تھی اس بزمِ ویراں میں

رگِ مشرق میں خونِ زندگی تھم تھم کے چلتا تھا
خزاں کا رنگ تھا گلزارِ ملت کی بہاروں میں
فضا کی گود میں چُپ تھے ستیز انگیز ہنگامے
شہیدوں کی صدائیں سو رہی تھیں کارزاروں میں

سنی واماندۂ منزل نے آوازِ دَرا آخر
ترے نغموں نے آخر توڑ ڈالا سحرِ خاموشی
مئے عظمت کے ماتے خوابِ دیرینہ سے جاگ اُٹھے
خود آگاہی سے بدلی قلب و جاں کی خُود فراموشی

'' عروقِ مردۂ مشرق میں خونِ زندگی دوڑا''
فسردہ مشتِ خاکستر سے پھر لاکھوں شرر نکلے
زمیں سے نُوریانِ آسمان پرواز کہتے تھے
'' یہ خاکی، زندہ تر، پائندہ تر، تابندہ تر نکلے''

نبود و بُود کے سب راز تو نے پھر سے بتلائے
ہر اِک فطرت کو تُو نے اس کے امکانات جتلائے
ہر اک قطرے کو وسعت دے کے دَریا کر دیا تو نے
ہر اک ذرّے کو ہمدوشِ ثُریّا کر دیا تو نے!

فروغِ آرزو کو بستیاں آباد کر ڈالیں
زجاجِ زندگی کو آتشِ دوشیں سے بھر ڈالا
طلسمِ کُن سے تیرا نغمۂ جاں سوز کیا کم ہے
کہ تونے صد ہزار افیونیوں کو مرد کر ڈالا (۱۵)

فیضؔ نے اس نظم میں اقبال کی تعریف کی ہے اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نزرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔فیضؔ نے چوتھے بند کے پہلے مصرعے کو اقبال کی نظم طلوعِ اسلام کے پہلے بند کے دوسرے شعر کے پہلے مصرعے سے آراستہ کیا ہے اور ساتھ ہی طلوعِ اسلام کے ایک مصرعے پر اس بند کا اختتام بھی کیا۔'درا' جیسے الفاظ استعمال کیے جو قاری کو اقبال کی تصنیف بانگِ درا کے مطالعے پر مائل کرتے ہیں۔'گراں خواب'لوگوں کو جگانے کی بات ہے جو اقبال کے مقاصد اور نصب العین کا اعتراف ہے۔گراں خواب چینیوں کے سنبھلنے کی طرف ذہن جا نکلتا ہے اور ہمالہ کے چشمے ابلتے دکھائی دینے لگتے ہیں۔فیضؔ اسیرِ پسِ زنداں بھی رہے مگر پھر بھی آپ کی آواز کو دبایا نہ جاسکا۔آپ کے احباب نے بھی طرح طرح سے ستم ڈھائے مگر آپ کا نام امر ہوگیا۔پروفیسر عبدالحق لکھتے ہیں:

> ''فیض کی دیانت داری یہ ہے کہ انہوں نے برملا اعتراف کیا ہے اور اقبال سے شعر وفن کی ابدیت تسلیم کی ہے۔جب کہ ان کے بہت سے ترقی پسند ساتھیوں نے کذب واختراسے کام لیا ہے۔ ادبی وتحقیقی ایمان داری کو بھول گئے۔اقبال کا تو کچھ نہیں بگڑا ہاں ان کا فن بے موت مرگیا۔جب کہ فیض جاوداں بن گئے۔''(۱۶)

اقبال کی طرح فیضؔ نے بھی بصیرت سے کام لیا اور فکر وفن کی بلندیوں کو چھولیا۔آپ نے بھی اپنے مقاصد کے لیے اپنے فکر کو فن کے سانچے میں ڈھال کر کندن بنایا اور ہمیشہ کے لیے امر ہوگئے۔آپ نے اقبال کی پیروی کرتے ہوئے استحصال زدہ طبقے کی بیداری کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ چھوڑا آخر کار وہ دن بھی آگیا کہ شہرت نے آپ کو زندگی میں ہی بامِ عروج تک پہنچا دیا۔تحقیق کی راہیں مزید وسیع ہوں گی۔اقبال اور فیضؔ کے ذہنی رشتوں کی حدود کا تعین ممکن نہیں یہ وسیع سے بھی وسیع تر ہیں۔اقبال جو دکھ اپنے دل میں رکھتے تھے فیضؔ نے بھی اپنے زمانے کے حالات اور واقعات کے مطابق اس دکھ کو محسوس کیا اور قوم کے لیے اُن راہوں کا تعین کیا جس پر اقبال گامزن تھے۔کلامِ فیضؔ آج بھی پوری آب وتاب سے قوم کی رہنمائی کے لیے موجود ہے۔اقبال ہوں یا فیضؔ دونوں کا مقصد قوم کی بیداری رہا اور استحصال زدہ طبقے کی دل جوئی رہا۔دونوں کا دکھ نوحہ بن کر قلب وذہن سے باہر نکلتا دکھائی دیتا ہے۔

اقبال کے علم وادب،اقبال کے فکر اور اقبال کے تخیلات کی آفاقیت کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا۔سیاست دان ہوں یا مدبرین،نقاد ہوں یا عسکری سپہ سالار،سب کسی نہ کسی انداز سے فکرِ اقبال کی مقبولیت کا دم بھرتے تھے۔جنرل ایوب خان کی سوانح عمری کا اردو ترجمہ جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی کے عنوان سے ہوا۔یہ اقبال سے محبت کا والہانہ اظہار ہے۔ہندوستان کے صدر ڈاکٹر رادھا کرشن نے اپنی تصنیف میں اقبال کے حوالہ سے ایک باب قلمبند کیا۔ڈاکٹر ذاکر حسین اقبال سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور اقبال کے اشعار گنگناتے رہتے تھے۔ڈاکٹر من موہن سنگھ بھی کلامِ اقبال سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔پنڈت جواہر لعل نہرو بھی اقبال سے متاثر تھے۔اسی طرح اگر ادب کی بات کریں تو حفیظ جالندھری ہوں یا جوش ملیح آبادی،فیض احمد فیضؔ ہوں یا فراق گورکھپوری،ان سب کو اقبالؔ سے خصوصی لگاؤ تھا۔علی

سردار جعفری نے اقبال کی سب سے غلط اور گمراہ کن تعبیر پیش کی۔فیضؔ ترقی پسند تحریک کا حصہ ہوتے ہوئے اقبالؔ سے دلچسپی کے باعث علی سردار جعفری کے معتوب ٹھہرے۔لیکن یہ فیضؔ کی علمی دیانت داری ہے کہ انہوں نے اقبال کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف برملا کیا۔اقبالؔ نے جو معیار اور میزان دیا ہے اس سے انکار کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ ہر شاعر اس سے راہنمائی حاصل کرسکتا ہے۔ پروفیسر عبدالحق نے اقبالؔ اور فیض کے تقابلی مطالعے سے فیضؔ فہمی کا ایک مختلف زاویہ پیش کیا ہے اور تحقیق کے لیے نئے موضوعات کے در وا کرنے کوشش کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ عبدالحق، اقبال۔شاعرِ رنگیں نوا، (نئی دہلی: اصیلا پریس دریا گنج، ۲۰۰۹ء)، ص۵۹

۲۔ عبدالحق، اقبال اور اقبالیات، (سری نگر: میزان پبلشرز، ۲۰۰۹ء)، باردوم، ص۶۱

۳۔ ایضاً، ص۵۴

۴۔ اقبال۔شاعرِ رنگیں نوا، ص۸۷

۵۔ اقبال اور اقبالیات، ص۹۸

۶۔ عبدالحق، شبلی اور معاصرین، (نئی دہلی: اصیلا پریس دریا گنج، ۲۰۱۴ء)، ص۵۹

۷۔ محمد علی صدیقی، تلاشِ اقبال، (دہلی: کاک آفسیٹ پرنٹرس، ۲۰۰۴ء)، ص۱۵۰

۸۔ فیض احمد فیضؔ، نسخہ ہائے وفا، (لاہور: مکتبہ کارواں، س ن)، ص۱۶۱

۹۔ سید تقی عابدی، فیض کے انٹرویوز، مشمولہ: فیض فہمی، (لاہور: دی ریکونر پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء)، ص۵۵۰

۱۰۔ اقبالؔ، کلیاتِ اقبال اردو، (لاہور: اقبال اکیڈمی، ۲۰۰۴ء)، ص۱۵۵

۱۱۔ نسخہ ہائے وفا، ص۱۷

۱۲۔ شفیق اشرفی، اقبال اور فیض، مشمولہ: مجلس اقبال۔حصہ نہم، (بھوپال: کل ہند علامہ اقبال ادبی مرکز، مارچ ۲۰۰۲ء)، مرتبہ: آفاق احمد، ص۸۹

۱۳۔ تلاشِ اقبال، ص۱۱۳

۱۴۔ عبدالحق، اقبال مصدرِ فیض، مشمولہ: اقبال کا حرفِ شیریں، ص۱۵۶

۱۵۔ فیض احمد فیضؔ، اقبال، (لاہور: ابلاغ پبلشرز، اردو بازار، ۲۰۰۳ء)، مرتبہ: شیما مجید، ص۸۸

۱۶۔ عبدالحق، اقبال اور فیض، مشمولہ: فکرِ اقبال کی سرگذشت (جون پور (یو۔پی): رحمان منزل، بلوا گھاٹ، ۱۹۸۹ء)، ص۸۱